



سوال

(56) نماز جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھنا اور تیسرے دن قل کی رسم وغیرہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) نماز جنازہ سے فارغ ہو کر امام اور مقتدی سب مل کر بیست اجتماعی دعا مانگتے ہیں اگر نماز جنازہ کے بعد دعائے مانگی جائے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ میت کا جنازہ خراب کر دیا گیا ہے۔
- (۲) اسی طرح جب میت کو غسل دے کر کفن پہنا کر مکان سے باہر نکالتے ہیں تو مکان کے دروازہ کے سامنے میت کا تابوت رکھ دیتے ہیں۔ اور تابوت کے گرد حلقہ بنا کر فاتحہ پڑھتے ہیں، اگر کوئی فاتحہ نہ پڑھے تو اسے بڑی بری نظروں سے دیکھتے ہیں۔
- (۳) میت کی موت کے دوسرے دن یا تیسرے دن بڑے اہتمام سے رسم قل ادا کی جاتی ہے۔ اخبارات کے ذریعہ ایک معین دن کا اعلان کیا جاتا ہے یا اپنے ادنیٰ ملازم کے ذریعہ برادری میں اطلاع کرادی جاتی ہے کہ دوسرے یا تیسرے دن فلاں وقت پر رسم قل ادا کی جائے گی، اس دن قرآن کریم کے حافظ یا مولوی صاحبان کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، مولوی صاحب اور ان کے ساتھ جو شریک ہو سکیں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب پہنچاتے ہیں اور صاحبان کو کھانا کھلایا جاتا ہے، اور کچھ پھل وغیرہ ان کے ساتھ رکھئے جاتے ہیں اور کچھ نقد سے بھی خدمت کی جاتی ہے، کیا شرعاً ان کا ثبوت ہے؟ اگر فقہاء حنفیہ کی اس بارہ میں تصریح ذکر کر دی جائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

((أَتُولُوا بِاللَّهِ التَّوْفِيقِ)) جب سے مسلمان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، بدعت کا رواج کثرت سے بڑھ رہا ہے، سنت مظلوم و مقهور ہو رہی ہے، آج تعلیمات نبوی سے ناواقفیت اور کتاب و سنت سے بعد کی وجہ سے معاملہ برعکس ہے، آج سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھا جا رہا ہے، سنت پر عمل کرنا لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا ہے، ایک طرف رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت کے اظہار میں بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا جاتا ہے، مجالس میلاد منعقد کی جاتی ہیں جلوس نکالے جاتے ہیں، ولادت نبوی کی یادگار منائی جاتی ہے۔ بازار اور گلی کوچوں میں چراغاں کیا جاتا ہے اس ادعاء محبت کے ساتھ عمل کی یہ حالت ہے کہ سنت سے نفرت اور بدعت سے پیار۔ آپ کے سوالات تو صرف ایک خاص مسئلہ کے متعلق ہیں، لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں نے سارے دین کو اسی طرح بدعات سے ملوث کر کے اس کی صورت مسخ کرنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہمیشہ ایسے لوگوں کی جماعت کو قائم رکھا جو سنت کی حفاظت کرتے رہے اور بدعات و رسوم سے اسلام کو پاک صاف کر کے پیش کرتے رہے۔ ((فَجَزَاءُ مِمَّنْ لَّمْ يَخْتَرِ الْجَزَاءُ))

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نارضامندی کا علم انبیاء کرام کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، ان کی رہنمائی کے بغیر عقل انسانی ہرگز معلوم نہیں کر سکتی کہ کن چیزوں سے اللہ



راضی ہوتا ہے، اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے، ہمارے لیے رسول اکرم ﷺ کی ذرات ببارکات ہی نمونہ کاملہ ہے۔ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** اس لیے ہمارے لیے بہت بڑی سعادت یہی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تابعداری اور پیروی میں زندگی ختم کر دیں، ہماری محبت رسول کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیے تھے کہ ہمارا یہ ایمان ہونا کہ رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر امت کا کوئی خیر خواہ اور بہتر نہیں ہو سکتا۔ ان کی شان میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ عَلَيْهِمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

”لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں، وہ تو مومنوں کے لیے بڑے مشفق اور مہربان ہیں۔“

بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میت کے لیے رسم قل منفعت بخش ہو، اور وہ نہ بیان فرمائیں، نماز جنازہ کے علاوہ سب کامل کر میت کے لیے فاتحہ درود پڑھنا موجب ثواب ہو اور وہ اس کے لیے ہدایت نہ فرمائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بدعت ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس کے آجانے سے سنت کی توفیق اٹھ جاتی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔

((نَا آخَذَتْ قَوْمٌ بِدْعَةِ الْأَرْفَعِ مِثْلَهَا مِنَ الشَّيْءِ))

”جو قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس قوم میں سے اس بدعت کے برابر سنت اٹھ جاتی ہے۔“

یعنی سنت پر عمل کی توفیق سے وہ قوم محروم ہو جاتی ہے اسی واسطے آپ نے بدعت سے بچنے کے لیے بڑی تاکید فرمائی۔

((إِنَّا كُنْمُ وَنَحْنُ نَاتِ الْأُمُورِ فَإِنْ كُنْ مُخْتَلِفًا بَدْعَةً وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

”یعنی خبردار! دین میں نئی باتوں سے بچ کر رہنا بے شک دین میں ایسی بات داخل کرنا جو نئی ہے بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور یہ گمراہی ایسی خطرناک ہے کہ اس کے مرتکب کو توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اور گناہ تو ایسے ہیں کہ ان سے ڈر کر انسان کبھی توبہ کر لیتا ہے، لیکن بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ بدعت کو دینداری سمجھ کر کرتا ہے اس لیے توبہ کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا، اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس چیز کا بہت فکر ہے، ایک توبہ ہے کہ لوگ اپنے علم پر دوسری چیزوں کو ترجیح دیں گے، اور فرمایا:

((أَنْ يَضْلُوا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ - قَالَ سُفْيَانُ هُوَ صَاحِبُ الْبِدْعَةِ))

”ایک اس بات کا خوف ہے کہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے، اور ان کو شعور تک نہ ہوگا کہ وہ گمراہ ہو گئے، حضرت سفیان نے فرمایا کہ یہ لوگ صاحب بدعت ہیں۔“

اور یہ بھی حضرت حذیفہ ہی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

((وَاللَّهِ لَتَشْتَوْنَ الْبِدْعَ حَتَّىٰ إِذَا تَرَكَ مِنْهَا شَيْءٌ قَالُوا تَرَكَتِ الشَّيْءَ))

”قسم ہے اللہ کی بدعت اس قدر پھیل جائے گی، اور قبولیت حاصل کر لے گی کہ اگر کوئی شخص ان بدعات میں سے کوئی چیز چھوڑے گا، تو لوگ اسے کہیں گے، تم نے سنت چھوڑ دی۔“

وہی بات جو ابھی عرض کر چکا ہوں کہ بدعات کو اس قدر فروغ اور قبول ہوگا کہ عوام اسے دین اور سنت سمجھیں گے اور اس کے ترک کو ترک سنت اور ترک دین سمجھیں گے۔ یہ صورت حال جس کو صحابہ پیش گوئی فرمائے آج پورے جوہن پر ہے، سنت مظلوم ہے، اور سنت پر عمل کرنے والے تھوڑے اور مقہور ہیں، علوم نبویہ سے بے رغبتی ہے، اور دین



سے جہالت عام ہے، یہ وقت اسلام کی غربت کا ہے، جس کے لی حضور کی پشمن کوئی ہے، بہر حال اس دور بدعت والحاد میں اگر بچا لو کی صورت ہے تو وہی جو خود اس صادق مصدوق نے فرمائی۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد موثر و عطر ارشاد فرمایا۔ سننے والوں کی کیفیت یہ تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور دل مارے خوف کے پگھلے جا رہے تھے، اس وعظ میں آپ نے منجملہ اور نصح کے ایک یہ بات ارشاد فرمائی: ”جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا۔ وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس تم نے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا سنت کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پورے اہتمام کے ساتھ پکڑنا اور دین میں نئی باتوں سے بچنا کیونکہ دین میں جو نئی بات پیدا کی جائے گی، وہ بدعت ہوگی، اور بہر بدعت گمراہی ہے۔“ (مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

بدعت کے پرکھنے کا معیار:

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ اختلاف کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا چاہیے۔ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ المعانی میں فرماتے ہیں۔

سنت خلفاء راشدین حقیقت میں سنت پیغمبر ﷺ ہی ہے، اس کی یا تو یہ صورت ہوئی کہ عہد نبوی میں کسی وجہ سے اس کو شہرت حاصل نہ ہوئی یا کسی وجہ سے اس کو رواج نہ دیا گیا، (جیسا کہ نماز تراویح، جماعت مترجم اور بعد میں صحابہ کرام نے اس سنت کو رواج دیا، اور ان کے زمانہ میں اس سنت کو شہرت حاصل ہوئی، یا صحابہ کرام کے اجتہاد سے کوئی سنت رواج پذیر ہوئی) (جیسا کہ جمعہ کی دوسری اذان، مترجم) اس کو بھی موافق سنت نبوی کہا جائے گا، اور اس پر بدعت کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔

کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ پاکیزہ جماعت تھی، جن کے علوم مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور ان کے سینے فیضان صحبت نبوی سے منور تھے، ان کے سامنے وحی نازل ہوتی اور حضور اقدس سے براہ راست وہ سنتے یا آپ کو اس پر عمل کرتے دیکھتے، صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول کی محبت میں اپنے گھر بار، آل و اولاد، اعزہ و اقارب کو چھوڑ دیا، اور آستانہ نبوت کی جاروب کشی کو سرمایہ سعادت سمجھ کر دل و جان سے نبی اکرم ﷺ کے خادم اور جان نثار بن گئے تھے۔ پس سال با سال کی تربیت نے ان کو مزاج نبوی کے شناسا بلکہ رازدار بنا دیا تھا، اور اس کمال اتباع کی برکت کا ظہور تھا کہ جب آپ نے فرقہ ناجیہ کی تشریح کی تو فرمایا:

((نَا اَنَا عَلِيَّةٌ وَاَصْحَابِي))

”یعنی فرقہ ناجیہ وہ ہوگا جو اس طریقہ پر گامزن ہوگا، جو میرا اور میرے اصحاب کا ہے۔“

اور کیوں نہ ہو، یہی تو وہ اصحاب کرام ہیں جن کے لیے قرآن کریم میں فرمایا:

وَالرَّحْمٰنُ عَلِيَّةِ النَّتَوٰى وَاَلُوَاۡحِقُ بِنَا وَاَهْلَنَا (الفتح ع ۳)

”اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دلوں کو تقویٰ پر جمائے رکھا اور وہ اس کے بہت ہی مستحق تھے اور اس کے اہل تھے۔“

اہل سنت و الجماعت:

اور یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے لیے اسی حدیث میں جس میں آپ نے بہتر فرقوں کا ذکر کیا اور فرمایا، سب جہنمی ہیں، مگر ایک فرقہ، مسند امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں بجائے ((نَا اَنَا عَلِيَّةٌ وَاَصْحَابِي)) کے ((وَمَنْ اَتَى النَّجَافَةَ)) کا لفظ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ”جماعت“ سے مراد اصحاب کرام ہی ہیں، اسی سے فرقہ حقہ کے لیے ”اہل سنت و الجماعت“ کا نام



تجویز ہوا اور انہی کے لیے سوادِ عظم کا لفظ ایک حدیث میں استعمال کیا گیا، اور یہی مضموم ہے، صاحب تلویح کی عبارت کا۔

((وَالسَّوَادُ الْأَعْظَمُ عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ مَنْ هُوَ أُمَّةٌ مُطَهَّرَةٌ وَالْفَرَادُ بِالْأُمَّةِ الْمُطَهَّرَةِ أَهْلُ الشَّيْءِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُمْ الَّذِينَ ظَرَفْتُمْ طَرِيقَةَ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ دُونَ أَهْلِ الْبَدْعِ)) (توضیح تلویح ص ۳۶ جلد دوم۔ طبع مصر)

”یعنی سوادِ عظم سے مراد اہل سنت و الجماعت ہیں، اور اہل سنت و الجماعت وہ ہیں جن کا طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کا طریقہ تھا، نہ کہ اہل بدعت کا طریقہ، جو نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ اصحاب کرام سے۔“

اور یہی ارشاد فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے:

((أَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الْأَخْذُونَ فِي الْعَقِيدَةِ وَالْعَمَلِ جَمِيعًا بِمَا تَطَهَّرَ مِنَ الْكِتَابِ وَالشَّيْءِ وَجَرَى عَلَيْهِ مَجْمُوعُ الصَّحَابَةِ وَالنَّابِعِينَ وَغَيْرِ النَّاجِيَةِ كُلُّ فِرْقَةٍ ائْتَلَفَتْ عَقِيدَةَ خِلَافِ عَقِيدَةِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَوْ عَمَلًا دُونَ أَعْمَالِهِمْ)) (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۶ جلد ۱ طبع مصر)

”یعنی فرقہ ناجیہ کے لوگ وہ ہیں جو عقیدہ اور عمل دونوں میں ظاہر کتاب و سنت اور جمہور صحابہ اور تابعین کے طریقہ کے پابند ہوں اور غیر ناجی فرقہ وہ ہے جو سلف صالح سے عقیدہ یا عمل میں مخالفت ہو۔“

مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث مذکورہ بالا ((عَلَيْنَا بِطَرِيقَةِ السَّلَفِ وَالْمُتَّبِعِينَ وَالْمُتَّبِعِينَ)) کی تشریح میں سوال و جواب کے طرز پر فرماتے ہیں۔

یہ کیسے معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ، فرقہ اہل سنت و الجماعت ہیں؟ جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ دین اسلام نقل سے ہم تک پہنچا ہے نہ کہ عقل سے اور تو اتر سے نیز احادیث و آثار کے تفصیل سے یہ بات یقین کے ساتھ ثابت ہے کہ سلف صالح صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد ائمہ دین سب کے سب اسی اعتقاد اور اسی طریقہ پر کار بند تھے جو اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

و محدثین اصحاب کتب ستہ وغیرہ از کتب مشورۃ معتدہ کہ بنا و مدار احکام اسلام بر آہنا افتادہ و ائمہ فقہائے ارباب مذاہب اربعہ وغیرہم اذا ناکہ در طبقہ ایشان بودہ اند ہمہ یرین مذہب بودہ ان۔ (ص ۶۶ طبع ہند) یعنی محدثین جو صحاح ستہ اور دوسری مشہور اور مستند کتب حدیث کے مصنف ہیں، اور جن کی کتابوں پر احکام اسلام کا دار و مدار ہے، نیز ائمہ فقہاء مذاہب اربعہ اور ان ائمہ مذاہب اربعہ کے علاوہ دوسرے ائمہ دین جو ان کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں، یہ سب کے سب اہل سنت و الجماعت ہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جو عقیدہ یا عمل دین جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہے وہ حق ہے، اور جو عقیدہ یا عمل دین حدیث سے یا آثار صحابہ سے ثابت نہیں، وہ بدعت ہے اور یہ تمام اہل سنت و الجماعت یعنی اہل حدیث اور فقہاء کا متفقہ مسلک ہے۔

یہ محدثین اور فقہاء کا مسلک جو بیان کیا گیا ہے، اس کی اساس تو وہی حدیث نبوی ہے جو صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

((مِنْ أَحَدَثٍ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَحُورِّدْ))

”یعنی جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا عمل یا عقیدہ لہجاء کیا جو اس میں نہیں اور بعض روایات کے مطابق جس کے لیے ہماری اجازت نہیں ((لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا)) وہ عمل مردود ہے۔“

اس حدیث کے حقائق و معارف کو جس طرح صحابہ کرام نے سمجھا، حقیقت ہے کہ ہم متاخرین اس کو نہ سمجھ سکتے اگر وہ ہماری اس بارے میں رہنمائی نہ کرتے۔ ((فَجَزَاهُمْ اللَّهُ عَنِ وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ خَيْرَ الْجَزَاءِ))

یہاں دو چار ایسے مسائل کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے احداث فی الدین یعنی دین میں بدعت کے لہجہ کو صحابہ کرام نے کس طرح سمجھا، آج ہم اگر صحابہ کرام کی ان تشریحات کو لپیٹنے کے دستور العمل بنالیں تو ہم بدعات سے بچ سکتے ہیں، اور خالص سنت پر عمل کر کے رضاء الہی حاصل کر سکتے ہیں۔

حلقہ بنا کر ذکر الہی کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت مختصر اُذکر کرتا ہوں غور فرمائیے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ذکر کیا کہ آج میں نے مسجد میں ایک نیا عمل دیکھا ہے، مگر یہ ظاہر لہجہ ہی معلوم ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کون سا نیا عمل دیکھا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے مسجد میں ان لوگوں کو جو نماز کے انتظار میں تھے دیکھا کہ وہ حلقوں میں بیٹے ہوئے ہیں۔ اور ہر حلقہ میں ایک شخص بلند آواز سے کتا ہے کہ ایک سو دفعہ ((اللہ اکبر)) پڑھو، نمازی اس کے بعد ایک سو دفعہ ”اللہ اکبر“ پڑھتے ہیں، اسی طرح ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) سو مرتبہ اور ((أَلْحَمْدُ لِلَّهِ)) سو مرتبہ پڑھواتا ہے، اور لوگ ایک ایک سو مرتبہ پڑھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم نے ان لوگوں سے کچھ کہا؟ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے انہیں کچھ نہیں کہا، آپ کی رائے اس بارہ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس خوش تشریف لے گئے، اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ حلقہ میں ذکر کرنے والوں نے کہا، حضور! یہ کنکریاں ہیں، ہم ان کے ساتھ گنتی کرتے ہیں، تسبیح و تحمید اور تہلیل کی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((وَمَنْ كُنَّكُمْ يَأْتِيَنَّكُمْ فَطَوْلَاهُ صَاحِبًا بُنِيَكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثْوًا فَرَفُونَ وَطَهَرَهُ شَيْبًا لَمْ تُبَيِّنْ وَأَمِينًا لَمْ تُكَيِّمُوا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَيْتَكُمْ لَعَلِّي بَلِيَّةٌ هِيَ أَخَذَى مِنْ بَلِيَّةِ مُحَمَّدٍ وَمُشْتَقِي بَابِ ضَلَالَةٍ - فَتَأَلُّوْا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ نَارَ دَعْوَاهُ إِلَّا النَّخِيرَ - قَالَ وَمَنْ مَرَّ بِهِ لِلنَّخِيرِ لَنْ يُصِيْبَهُ)) (دارمی ص ۳۸)

”ہائے افسوس ہے تم پر اسے امت محمدیہ، تم کس قدر جلد بلاکت کی راہ اختیار کرنے لگ گئے ہو۔ دیکھو یہ صحابہ کرام کی کثیر جماعت ابھی موجود ہے، اور نبی ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی ٹوٹ پھوٹ نہیں گئے، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یا تو تم نے طریقہ محمدیہ سے بہتر طریقہ پایا ہے، یا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو، حلقہ میں ذکر کرنے والوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم نے تو نیکی کا کام سمجھ کر یہ حلقہ میں ذکر شروع کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کتنے ہیں جو نیکی کے ارادہ سے عمل کرتے ہیں، لیکن وہ نیکی کو نہیں پاسکتے۔“

غور فرمائیے کہ یہ لوگ صرف ((سُبْحَانَ اللَّهِ، أَلْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) اور ((اللَّهُ أَكْبَرُ)) کا ذکر کرتے تھے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس ہیئت کے ساتھ ذکر کرنے کو ناپسند کیا، کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ حلقہ بنا کر آپ نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو ذکر کرتے نہیں دیکھا تھا، آپ کے الفاظ کو پھر غور سے پڑھیے، اتنی سی بات پر آپ فرماتے ہیں کہ دو باتوں میں سے ایک بات یقینی ہے۔ (۱) یا تو تم طریقہ محمدیہ سے بہتر طریقہ پر ہو... (۲) یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ ((سُبْحَانَ اللَّهِ! سُبْحَانَ اللَّهِ!)) یہ ہے نبی ﷺ سے سچی محبت، یہ ہے عشق محمدی، اور یہ ہے، کمال اتباع سنت محمدیہ، کہ اتنی سی بات بھی برداشت نہ کر سکے کہ تسبیح و تحمید حلقہ بنا کر ایک ایسی ہیئت کے ساتھ پڑھیں جس ہیئت کے ساتھ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو نہیں دیکھا۔

مستحب مکروہ بن جانا ہے:

اس سے بھی زیادہ لطیف اور اہم علمی مسئلہ اتباع سنت کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا ہے۔

((لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَواتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصُرَ إِلَّا عَنِ مِينِهِ)) (صحیحین)



”اپنی نماز میں کوئی شخص شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے، اس طرح کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صرف داہنی طرف منہ کر کے لوٹنے کو اپنے لیے ضروری قرار دے۔“

یعنی امام نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدیوں کی طرف جب منہ کر کے بیٹھے تو وہ عام دستور کے مطابق (داہنی طرف سے کام کرنے کو مستحب سمجھا جاتا ہے) صرف اپنے داہنی طرف منہ موڑ کر بیٹھنے کی ضروری قرار نہ دے۔ وہ فرماتے ہیں، کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو اکثر اپنے بائیں طرف مڑ کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں اس روایت کے ذیل میں ابن المنیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

((فِيهِ أَنَّ الْمُنْتَضِبَاتِ قَدْ تَنَقَّبَتْ مَخْرُجَاتِ إِذَارِ فَعَثَتْ عَنْ رُبَيْتِهَا لِأَنَّ التِّيَامُنَ مُنْتَضِبٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْأُمُورِ الْعِبَادَةِ لَكِنَّ لَمْ تُخَشَى ابْنُ مَسْعُودٍ أَنْ يَعْقِبَهُ وَأَوْجُوبُهُ أَشَارَ إِلَى كِرَاهِيَتِهِ))

”یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ایک امر مستحب بعض حالتوں میں مکروہ بن جاتا ہے، جب کہ امر مستحب کو اس کے رتبہ استجاب سے بڑھا دیا جائے، دیکھئے کہ عبادت میں داہنی ہاتھ سے شروع کرنا ایک امر مستحب ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ خیال کیا کہ لوگ اس امر مستحب کو کہیں واجب قرار نہ دے دیں، آپ نے اس کی کراہت کی طرف اشارہ کر دیا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے واضح ہو گیا کہ جو شخص ایک امر مستحب پر اصرار کرے اور افضل صورت پر عمل نہ کرے، سمجھ لو کہ شیطان اس کے گمراہ کرنے کے درپے ہے، کیونکہ اس نے ایک امر مستحب کو اس کے رتبہ استجاب سے بڑھا دیا، اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شیطانی عمل قرار دے کر اس کے بدعت ہونے کی طرف اشارہ کیا، اور جو شخص صریح بدعت پر اصرار کرے، اور سنت کی راہ قبول کرنے سے گریز کرے، تو سمجھ سکتے ہو کہ شیطان نے اس پر کس قدر قبضہ جما رکھا ہے؟ ((أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهُ))

ضابطہ شرعی:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے حدیث مذکورہ الصدر ((مِنْ أَعْتَدَتْ فِي أَمْرٍ نَاهِيًا)) کے ذیل میں عبادت میں کسی عمل کو بدعت یا سنت قرار دینے کے لیے ایک ضابطہ بیان کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضابطہ شرعی کا ذکر کر دوں، اور اسی پر اس فتویٰ کو ختم کر دوں۔ فرماتے ہیں:

((فَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللَّهِ بِعَمَلٍ لَمْ يَجْعَلْهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قُرْبًا إِلَى اللَّهِ فَعَمَلُهُ بَاطِلٌ مَرْدُودٌ عَلَيْهِ الرَّأْسُ فِي غَيْرِ حَالِ الْأَحْرَامِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي لَمْ يَجْعَلْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ التَّقَرُّبَ بِهَا بِالْكَلِيَّةِ))

”یعنی جو شخص اللہ عزوجل کا قرب ایسے عمل سے حاصل کرنا چاہتا ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول نے تقرب الی اللہ کا ذریعہ نہیں بتایا تو سمجھ لو کہ اس کا عمل باطل و مردود ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گانے، بجانے کے آلات سے یا رقص و سرود سے یا حالت احرام سے سوا سر ننگا رکھنے سے قرب الہی حاصل کرنا چاہتا ہے، یا اس جیسی اور بدعات جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تقرب کا ذریعہ قرار نہیں دیا۔“

اس کے بعد دوسرا ضابطہ بیان فرماتے ہیں، اسے غور سے پڑھنا چلیے، اس بارے میں اچھے اچھے صاحب علم بھی غلطی کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

((وَلَيْسَ نَاكِنًا قُرْبِي فِي عِبَادَةٍ يَكُونُ قُرْبِي فِي غَيْرِهَا مُطْلَقًا))

”یعنی یہ ضروری نہیں کہ ایک کام ایک عبادت میں تو موجب تقرب الی اللہ ہے تو وہ کام ہر عبادت میں موجب تقرب ہو۔“

اس کے بعد ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ:

”نبی ﷺ نے ایک تنخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ کیوں کھڑا ہے؛ کہتے ہیں کہ یہ جمعہ کا دن تھا، نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اس شخص نے یہ نذرمانی تھی کہ جب تک نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے رہیں گے، وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، اور دھوپ میں کھڑا رہے گا، سایہ میں نہیں آئے گا، فرماتے ہیں، اس کی یہ نذر صرف آپ کے خطبہ کے سننے اور آپ کے احترام کی نیت سے تھی، لیکن آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ بیٹھ جائے اور سایہ میں آجائے، فرماتے ہیں نبی ﷺ نے اس کی نذر کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ نہیں سمجھا، حالانکہ قیام عبادت ہے، نماز میں اذان میں، عرفات میں دعا کے وقت اور سایہ سے نکل کر دھوپ میں کھڑا ہونا موجب تقرب ہے میدان عرفات میں۔“

اس کے بعد ضابطہ شرعیہ بیان فرماتے ہیں۔

((قَدْ عَلِيَ أَنَّهُ لَيْسَ كُلُّ نَاكَا نَ قَرْبِي فِي مَوْطِنٍ يَكُونُ قَرْبِي فِي كُلِّ الْمَوَاطِنِ إِنَّمَا تَبِعَ فِي ذَلِكَ كَلِمَةً نَاوَرَدَتْ بِهَا الشَّرِيعَةُ فِي مَوَاضِعَ)) (جامع العلوم والحكم ص ۴۲)

”یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایک عمل اگر ایک مقام پر موجب ثواب ہے ضروری نہیں کہ ہر جگہ وہ عمل موجب ثواب ہو، اس بارہ میں ہر مقام کے لحاظ سے تمام تر اتباع شریعت کا کیا جائے گا۔“

اس استفتاء کے جواب کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک نصیحت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک خط پر ختم کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت مبارکہ :

آپ فرماتے ہیں :

((مَنْ كَانَ مُسْتَمْتًا فَلَسِيئَتَيْنِ بَيْنَ قَدَمَاتِ فَإِنَّ نَحْيَ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ النَّسِيئَةُ أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبْرَحًا قُلُوبًا وَأَعَزَّتْهَا عَلَانًا وَأَقْلَمْنَا تَنَكُّفًا أَخْتَارَ رُحْمَ اللَّهِ لَصْحَبِيَّةٍ بَيْنَهُ لِقَائِهِمْ وَإِلَّا قَامَتْ وَبَيْنَهُ فَأَعْرَفُوا لَوْحَهُمْ فَضَلُّوا عَلَيَّ أَثْرَهُمْ وَتَشَكُّوا بِمَا سَتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيرِهِمْ فَأَنْتُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ)) (مشکوٰۃ شریف)

”جو شخص راہ راست چلنا چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ اُن لوگوں کے نقش قدم پر چلے جو فوت ہو گئے ہیں، کیونکہ زندوں کے لیے خوف ہے فتنہ میں گرفتار ہو جانے کا، وہ کون لوگ ہیں۔ (جن کی راہ اختیار کی جائے) آنحضرت ﷺ کے صحابہ ہیں، یہی لوگ اس امت کے بہترین افراد ہیں، ان کے دل نہایت نیک تھے، ان کے علم بہت گہرے تھے، ان کے اندر تنگف بالکل کم تھا، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی محبت کے لیے اور اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے ان اصحاب کو منتخب فرمایا، پس تم لوگ بھی ان کی بزرگی کی قدر کرو، اور ان کے قدم بقدم راہ اختیار کرو، اور جہاں تک ممکن ہو، ان کے اخلاق و عادات کو کوشش کے ساتھ حاصل کرو کیونکہ یہ لوگ نہایت صحیح ہدایت پر تھے۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی :

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بعض اہل بدعت کے جواب میں یہ مکتوب گرامی لکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس مکتوب کا مطالعہ اگر بدعت پسند حضرات اخلاص سے کریں گے تو امید ہے کہ انہیں رشد و ہدایت کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ ((بحول اللہ وقوتہ))

((أَنَا بَعْدَ أَوْصِيَاكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالْإِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ بَيْنِي ﷺ وَتَرْكِ مَا أَحَدَتْ الْخَلْدُونَ بَعْدَنَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ وَكُفُّوا مُؤْتِنَةَ فَهَلِكُ بِلُزُومِ السَّنَةِ فَإِنَّكَ يَا ذَا اللَّهِ عَضَمِيَّةَ هُمْ أَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يَنْتَرِحَ النَّاسُ بَدْعَهُ إِلَّا قَدِ مَضَى قَبْلَهُمَا هُوَ دَلِيلٌ أَوْ عِبْرَةٌ فَيَا قَانَ الشُّنَّةَ إِنَّمَا سَبَّحْنَا مَنْ قَدِ عَلِمَ نَافِي خَلْفَانَا مِنَ الْخَطَاءِ وَالرَّذَالِ وَالنَّجَسِ وَالشُّعْمِ فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنَّ نَفْسَهُمْ فَاتَّخَمَ عَلَى عِلْمِهِ وَقَفُوا وَبَصَرًا فَإِنَّ كَشَفَ الْأُمُورَ كَانُوا الْأَوَّلَى وَبِفَضْلِ نَاكَانُوا فِيهِ أَوْلَى قَانَ كَانِ الْهُدَى نَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمْهُمْ إِلَيْهِ وَلَكِنْ قَلْتُمْ إِنَّا حَدَّثَ بَعْدَهُمْ نَا أَحَدٌ هَذَا الْأَمْرِ اشْتَعِ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبْ بِنَفْسِهِ عَشْمٌ فَاتَّخَمَ هُمْ النَّاسُ بَشُونَ فَهَذَا تَعْلَمُوا فِيهِ بِنَا نَحْفَى وَوَصَّوْنَا مِنْهُ نَا لِنَفْسِي فَمَا دُوْنَهُمْ مِنْ مَقْصِرٍ نَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَخْصِرٍ وَقَدْ قَضَرَ قَوْمٌ دُوْنَهُمْ وَبِمَا وَطَّحَ عَشْمٌ أَقْوَامٌ فَهَلُّوا وَأَنْتُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلِّي هُدَى مُسْتَقِيمٍ))



(البدو اذ مع عمون المعبود جلد ۲ ص ۳۳۲، ص ۳۳۳)

”حمد و صلوة کے بعد وصیت کرتا ہوں تم کو اللہ کے تقویٰ اور اس کے حکم میں میانہ روی کی اور اس کے نبی ﷺ کے سنت کی اتباع کی اور بدعتیوں کے نئے خیالات چھوڑنے کی جو انہوں نے سنت رسول قائم ہونے کے بعد ظاہر کیے ہیں، وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائیں گے، اور تم سنت کے ساتھ چمٹ جاؤ، باذن اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسی میں نجات ہے، یہ بھی یاد رکھو کہ آج جو بدعت لوگ نکال رہے ہیں اس سے قبل، اس کا بطلان ہو چکا ہے، اس سے عبرت حاصل کی جا سکتی ہے، کیونکہ جس نے یہ سنت قائم کی (یعنی نبی ﷺ) وہ اس کے خلاف کا بھی خوف علم رکھتا ہے کہ جو بات اس کے خلاف ہے، وہ سراسر خطا اور غلطی ہے، اور اس کا اختیار کرنا حماقت اور بے جا انہماک ہے، تم اپنے لیے اسی راہ کو پسند کرو جو (پہلے) لوگوں نے اپنے لیے پسند کی ہے (یعنی صحابہ کی) کیونکہ ان لوگوں نے پوری واقفیت کے ساتھ اس راہ کو اختیار کیا تھا، اور نہایت تیز نگاہ کے ساتھ دیکھ کر آگے بڑھنے سے رک گئے تھے، اور یقیناً یہی لوگ دریافت کرنے کے لیے سب سے زیادہ لائق تھے، اور اچھی چیز کے حاصل کرنے کے مستحق تھے، پس اگر ان خیالات کو ہدایت سمجھا جائے جو تم لوگوں نے ایجاد کیا ہے تو لازم آئے گا کہ تم لوگ صحابہ سے بھی (علم و فضل میں) بڑھ گئے (اور یہ قطعاً غلط ہے) کیونکہ ان لوگوں (صحابہ) نے خوب اچھی طرح ان باتوں کو حل کر لیا تھا، اور صاف طور پر واضح کر لیا تھا، جو تسکین و تشفی کے لیے کافی تھا، اب اس سے نیچے اترنے کی جگہ ہے، ان کے اوپر چڑھنے کی منزل ہے، جو لوگ اس تک نہ پہنچ سکے، وہ نیچے رہ گئے، جن لوگوں نے اسے سے آگے بڑھنا چاہا وہ حد سے آگے بڑھ گئے، اور یقیناً وہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) ہی وہ لوگ ہیں جو افراط و تفریط سے اور آگے پیچھے ہونے سے بچے اور صراط مستقیم پر مستقل طور پر نہات مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔“

العبد المذنب الراجی لرحمة ربہ الودود محمد داؤد غزنوی (الاعتصام جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲۰ تا نمبر ۲۲)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 05 ص 102-107

محدث فتویٰ